17

# جماعت اپنی حالت پر غور کرے

(فرمودہ یکم جون 1945ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"ابھی تک میری بیماری میں ایسا افاقہ نہیں ہوا کہ میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ سکوں بلکہ ابھی تک مرض کا کچھ حصہ باقی ہے۔ آج سے دو ہفتہ پہلے جب مَیں نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا تو گو میں نے یہاں بیٹھ کر خطبہ پڑھا لیکن میرے مرض کے بڑھنے میں اُس کا دخل تھا۔ اگر میں اس دن لیٹا رہتا تو شاید مرض زیادہ شدت اختیار نہ کرتا۔ خطبہ کے بعد خون کا دباؤ لیا گیا تو ستّر نوے تھا یعنی ایک سَو تیس کی جگہ نوّے۔ اور دونوں کا فرق بجائے چالیس کے بیس۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ دل اپنا کام ٹھیک طرح نہیں کرتا۔ ڈاکٹری مشورہ یہ ہے کہ فوراً پہاڑ پر چلے جانا چاہیے تا خون کا دباؤ بہتر ہو جائے اور خون کے سرخ ذرات میں ترقی ہو۔ مگر ابھی مشکل یہ ہے کہ مکان زیر تعمیر ہے اس لئے میر ارادہ ہے کہ فی الحال دو تین دن کے لئے ہو آؤں۔ پھر مکان کی تکمیل کے بعد ڈلہوزی لمبے عرصہ کے لئے جلد جاؤں یا جس طرح خدا تعالیٰ چاہے۔

آج میں خصوصیت سے اس غرض کے لئے جمعہ پر آیا ہوں کہ میں دیکھتا ہوں ایک طرف تو ہمارے لئے کام کے دروازے کُھل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر رہا ہے کہ جن سامانوں کی موجودگی میں ہمیں تبلیغ اسلام اور تبلیغِ احمدیت کی سہولتیں میسر آنے کے امکانات ہیں۔ لیکن دوسری طرف مجھے یہ بھی نظر آرہا ہے کہ جماعت میں نہ معلوم ان

سہولتوں کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے یا نہ معلوم ایک لمبے عرصہ کی قربانی کی وجہ سے کسی قدر سُستی کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس موقع پر جبکہ روحانی جنگ شروع ہونے والی تھی ہمارے حوصلے آگے سے زیادہ بڑھ جاتے اور ہماری قربانیاں آگے سے زیادہ ترقی کر جاتیں۔ ہمارا جوش آگے سے بہت اونچا چلا جاتا ہمارے لئے وہ اطمینان اور سکون جو غافلوں اور جاہلوں کو حاصل ہوتا ہے ناممکن ہو جاتا۔ اور جیسے کام کرنے والوں کے دلوں میں ایک بے کلی سی پائی جاتی ہے وہ حالت ہماری ہو جاتی جماعت میں ایک رنگ میں سُستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جیسے بخار دیکھنے کے لئے تھرمامیٹر ہوتا ہے اور تھرمامیٹر سے پتہ لگ جاتا ہے کہ انسانی خون کے دوران میں کتنی تیزی یا کمی ہے اسی طرح جماعت کے قلوب کی حالت کا اندازہ اُس کے چندوں کی ادائیگی سے لگایا جاتا ہے۔

تحریک جدید کے گزشتہ سالوں کے حالات اس بات پر شاہد ہیں کہ بالعموم مئی کے آخر تک 60، 65 بلکہ 70 فیصدی تک رقوم وصول ہو جایا کرتی تھیں۔ لیکن اس دفعہ بجائے 60، 65 یا 70 فیصدی کے بمشکل 40 فیصدی چندہ اِس وقت تک ادا ہوا ہے۔ حالانکہ چھ مہینے گزر چکے ہیں اور زیادہ تر چھ مہینوں میں ہی رقمیں زیادہ آیا کرتی ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جلدی چندہ دینے والے وہی ہوتے ہیں جن کے اندر اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ اور جن کے اندر اخلاص زیادہ ہوتا ہے وہی قربانی زیادہ کیا کرتے ہیں۔ اور جو قربانی زیادہ کرتے ہیں وہی وقت پر اپنے فرائض کو ادا کیا کرتے ہیں۔ تو پہلے چھ مہینوں میں چندہ ادا کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ ہماری جماعت میں سَابِق رہنے والوں کی خواہش کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اسی طرح پہلے چھ مہینوں میں ادا شدہ رقوم بھی زیادہ ہوتی تھیں اس لئے کہ وہ لوگ جن کے اندر اخلاص ہوتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ رقوم قلیل سے قلیل عرصہ میں ادا کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ لیکن اس سال بجائے اس کے کہ اس نئے دور میں ایک نئی زندگی پائی جاتی بجائے اس کے کہ اب جبکہ عملی تبلیغ کا دروازہ کُھل رہا ہے اور جبکہ کچھ مبلغ بیرونِ ہند میں جا بھی چکے ہیں اور دوسرے پاسپورٹ لینے کی فکر میں ہیں اور جلد ہی غیر ممالک میں چلے جائیں گے۔ اور اس طرح تبلیغی بوجھ پہلے سے کئی گُنے زیادہ ہو جائے گا۔ ہماری جماعت بجائے اس کے کہ

65،60 فیصدی کو 70،80 فیصدی بنا دیتی اس سال ابھی تک صرف 40 فیصدی رقوم اس نے ادا کی ہیں۔ اور چونکہ عام طور پر پیچھے رہ جانے والے سست یا کمزور ہوتے ہیں یا ان کے ذرائع محدود ہوتے ہیں اگر اسی اندازہ کے مطابق جس طرح پہلے رقوم وصول ہوتی تھیں اندازہ لگایا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس سال بجائے 100 فیصدی وصول ہونے کے 65،60 فیصدی چندہ وصول ہو گا۔ اسی طرح قرآن شریف کے چندہ کے متعلق بھی مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت پورے جوش کے ساتھ کام نہیں کر رہی۔ جہاں تک چندہ لکھوانے کا سوال تھا یہ چندہ مطلوبہ رقم سے زیادہ آ گیا ہے۔ یعنی بجائے دو لاکھ کے دو لاکھ پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ یہ وعدے خدا تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس عرصہ میں یورپین تبلیغ جس کے ساتھ قرآن شریف کے تراجم کا زیادہ تر تعلق ہے وسیع ہو گئی ہے۔ اور اس کی وسعت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں ضرورت تھی کہ ہم انگلستان میں اپنے دارالتبلیغ کو بڑھاتے۔ چنانچہ اس کے لئے ہمیں اکتیس ہزار روپے میں ایک مکان مسجد کے پاس ہی مل گیا ہے جس کی مرمت پر تو دس ہزار روپیہ خرچ ہو گا۔ اس طرح چالیس ہزار روپے کا ایک اَور خرچ تبلیغِ یورپ کے لئے پیدا ہو گیا ہے۔ پس یہ وعدے جو زیادہ ہوئے خدا تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہیں جو قریب عرصہ میں تبلیغ اور اس کی وسعت کے لئے پیدا ہونے والی ہیں۔ جہاں تک وصولی کا سوال ہے یہ چندہ بھی آٹھ مہینے کے اندر اُتنا وصول نہیں ہوا جتنا وصول ہو جانا چاہیے تھا۔ اِس وقت تک اس چندہ میں سے صرف ساٹھ فیصدی وصول ہوا ہے۔ ابھی تین مہینے باقی ہیں اور اس عرصہ میں چالیس فیصدی چندہ وصول ہونا ضروری ہے۔ پس میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے وعدے جلد سے جلد پورا کرنے کی کوشش کرے۔

تحریک جدید دفتر دوم کے وعدے بھی بہت کم ہیں۔ ہمارے خرچ کا سالانہ اندازہ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا تین لاکھ کے قریب ہے۔ لیکن تحریک جدید دفتر دوم کے وعدے اِس وقت تک پچاس ہزار ہوئے ہیں۔ گویا ہماری آئندہ نسل بجائے سارا بوجھ اٹھانے کے صرف 1/6 حصہ اُٹھانے کے قابل ہو سکی ہے۔ اس کے متعلق بھی مَیں جماعت کو تحریک

کرتا ہوں کہ جو لوگ پہلے دَور میں شامل نہیں ہوئے اُن کو اپنی اپنی جگہ پر دوست تحریک کریں۔ میں نے اس کی میعاد تو بڑھادی ہے اور اگر ضرورت ہوئی تو میعاد اَور بھی بڑھادی جائے گی۔ کیونکہ سال دو سال کے اندر ہمیں اِس تعداد کو اتنا بڑھا دینا چاہیے کہ پہلے انیس سالہ دَور کے خاتمہ پر نئی پود اِس بوجھ کو پوری طرح اٹھا سکے۔

اگر ہماری جماعت کی ترقی اولاد کی وسعت کے لحاظ سے، اگر ہماری جماعت کی ترقی بیکاروں کے کام پر لگ جانے کے لحاظ سے اور اگر ہماری جماعت کی ترقی تبلیغ کی وسعت کے لحاظ سے اِتنی نہیں ہوتی کہ ہر دس سال کے بعد ہم کو ایک نیا دَور جاری کرنے کے لئے اتنی جماعت مہیا ہو سکے جو اپنی قربانی سے اس حصہ کے اخراجات کو اٹھا سکے تو یقیناً یہ بات ہماری کمزوری پر دلالت کرنے والی اور ہماری کامیابی کو پیچھے ڈالنے والی ہو گی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے ہم آئندہ نسل اور آئندہ آنے والے نئے احمدیوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ایک جماعت پانچ ہزاری فوج کی ہر دفعہ کھڑی کرتے رہیں جو پہلے دور کے بعد دوسرے دور کے بوجھ کو اٹھانے والی ہو۔ اور دوسرے دور کے بعد تیسرے دور کے بوجھ اٹھانے والی ہو۔ اور تیسرے دور کے بعد چوتھے دور کے بوجھ کو اٹھانے والی ہو۔ کیونکہ تبلیغ ایسا کام نہیں جو ایک دو دن میں ختم ہو جانے والا ہو۔

میں نے بارہا جماعت کو بتایا ہے کہ کوئی قوم قربانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ قربانی کب ختم ہونے والی ہے دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری قوم کو مارنے کا فیصلہ کس دن کرے گا۔ جو شخص قربانی کے متعلق یہ امید رکھتا ہے کہ وہ ختم ہو جائے گی یا ختم ہو جانی چاہیے وہ دشمن ہے اپنا۔ وہ دشمن ہے اپنے خاندان کا۔ وہ دشمن ہے اپنی قوم کا۔ کیونکہ قربانی قوموں کی زندگی کا معیار ہے۔ اور جس دن کسی قوم میں سے قربانی مٹ جاتی ہے اُسی دن اِس دنیا سے اُس قوم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ گو اُس قوم کے وجود اِس دنیا میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ بیکار وجود ہوتے ہیں۔ غلام اور محکوم اور ذلیل اور ناکام وجود اگر دنیا میں آرام سے زندگی گزارتے ہیں تو یہ ان کے لئے انعام نہیں ہوتا بلکہ ایک سزا ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے بہتر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو زندہ دفن کر دیں

اور مٹ جائیں۔ کیونکہ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہوتی ہے۔ سلطان حیدر الدین ٹیپو ہندوستان کے بادشاہوں میں سے ایک مشہور بادشاہ گزرے ہیں۔ جس وقت انگریزوں سے ان کی جنگ ہوئی اور اس جنگ میں آخری موقع پر انہیں شکست ہوئی تو ان کے متعلق ایک عجیب واقعہ تاریخوں میں آتا ہے جو انسان کے دل پر اثر ڈالنے والا ہے اور انسان کی شرافت کے معیار کی حقیقت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ جس وقت بعض غداروں نے انگریزوں سے روپیہ لے کر قلعہ کے بعض دروازے کھول دیئے اُس وقت سلطان حیدر الدین ایک خندق میں کھڑے ہوئے اپنی فوج کی کمان کر رہے تھے۔ عین اُس وقت جبکہ وہ اپنی فوج کو حملہ کے لئے تیار کر رہے تھے ایک جرنیل دَوڑتا ہوا آیا اور اُس نے کہا بادشاہ سلامت! دروازہ کسی غدار نے کھول دیا ہے اور انگریزی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی ہے اور عنقریب یہاں پہنچنے والی ہے۔ آپ بھاگ چلیں تا آپ ان کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ اُس وقت سلطان حیدر الدین نے جو فقرہ کہا وہ ہر شریف آدمی کے لئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ سلطان حیدر الدین نے کہا تم مجھے بھاگنے کی تعلیم دیتے ہو!! تم چاہتے ہو کہ میں چُھپ کر اپنی جان بچالوں لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شیر کی ایک گھنٹے کی زندگی لومڑی کی سَو سال کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔ میں شیروں کی طرح لڑوں گا لومڑیوں کی طرح نہیں بھاگوں گا۔ وہ اُسی جگہ مارا گیا اور اِس شدت کے ساتھ لڑتا ہوا کہ فصیل کی مختلف جگہوں پر اُس کی لاش کے ٹکڑے پڑے ہوئے ملے۔

تو ہر شریف انسان کو ذلت اور ناکامی کی زندگی سے موت ہزار درجے بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کہلانے والا اگر احمدی نہیں تب بھی ہرگز وہ اپنی سابق عزت و عظمت اور شوکت کو دیکھتے ہوئے اس قربانی کے لئے تیار نہیں جو قوم کو نئی زندگی بخشنے والی ہو تو یقیناً وہ نہایت ہی بے حیا اور نہایت ہی بے شرم انسان ہے۔ اور اس کی زندگی سے اس کی موت ہزار درجے بہتر ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ سے اسلام نے وہ شوکت حاصل کی تھی کہ یہ بڑی بڑی حکومتیں اور طاقتیں جو آج نظر آتی ہیں غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑی رہتی تھیں۔ لیکن آج مسلمانوں کی اولاد یورپین لوگوں کی جُوتیوں کی مار کھانے پر بھی اُف نہیں کر سکتی اور کوئی

احتجاج نہیں کر سکتی۔ اس حالت کو دیکھنے کے بعد اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں نہ آئے ہوتے، اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نئی امیدیں اور نئی ترقی کی راہیں نہ دکھلا گئے ہوتے تب بھی میں سمجھتا ہوں ایک غیرت مند انسان جب تک ان حالات کو بدل نہ لیتا ایک منٹ کے لئے بھی آرام نہ کر سکتا۔ مگر اب تو ہماری ذمہ داریاں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ ایک طرف ہمارے اَسلاف کے کارناموں کے متعلق ہماری غیرت مطالبہ کرتی ہے اور دوسری طرف ہمارے خدا کی آواز ہم سے مطالبہ کرتی ہے۔ گویا دو رسیاں ہیں جو ہمیں آگے کی طرف کھینچ رہی ہیں۔ ہمارے اَسلاف بھی پکارتے ہیں کہ کوئی ہماری ذلت اور بدنامی کے دھبے دھوئے اور ہمارا خدا بھی بلاتا ہے کہ آؤ اور دین کی خدمت کر کے انعام پاؤ۔ اگر ان کششوں کے باوجود ہمارے اندر قربانی کی روح پیدا نہیں ہوتی، اگر ان دو کششوں کے باوجود ہمارے قدم آگے نہیں اٹھتے، اگر ان دو کششوں کے باوجود ہم اپنی موت کو شیریں خیال نہیں کرتے اور اپنی موت سب سے میٹھا پھل نہیں سمجھتے تو یقیناً ہم اِس دنیا میں اور اگلے جہان میں رہنے کے قابل نہیں اور ذلت و رسوائی ہی ہماری حقیقی جزا کہلا سکتی ہے۔ پس چاہیے کہ جماعت اپنی حالت پر غور کرے اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کا فیصلہ کرے۔

اب زمانہ خاموشی کا نہیں اب زمانہ ٹھہرنے کا نہیں۔ جو شخص کھڑا ہو گا وہ مارا جائے گا اور تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ یہ زمانہ ایسا ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو پُلِ صراط پر چلنا پڑے گا۔ ان کے دائیں بھی جہنم ہو گا اور ان کے بائیں بھی جہنم ہو گا۔ وہ ذرا سا اِدھر اُدھر ہوں گے تو تباہ ہو جائیں گے [1] یہی ہماری حالت ہے۔ اگر ہم اپنے قدموں کو روک کر کھڑے ہوں گے تو اگر اپنے دائیں طرف گریں گے تو جہنم ہو گا بائیں طرف گریں گے تو جہنم ہو گا۔ ہمارے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہی سیدھا راستہ ہے کہ ہم آفات کی پروا نہ کرتے ہوئے سیدھے چلے جائیں اور ہمارے سامنے ہر وقت ہماری منزلِ مقصود ہو۔ اگر ہم منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں تو وہاں ہمارا سب سے بڑا انعام اللہ وہاں کھڑا ہو گا۔ اور اگر ہم ٹھہرتے ہیں اور گرتے ہیں تو دائیں طرف بھی شیطان کی گود میں گرتے ہیں اور بائیں طرف بھی شیطان کی گود میں گرتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کے دلوں کو تقویت دے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں موت ان کو سب سے پیاری چیز نظر آنے لگے۔ اور وہ چیزیں جن کے لئے دنیا دوڑتی ہے اور ان کی خواہش رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے وہ انہیں بُری نظر آنے لگیں تا کہ ہمارا اصلی بدلہ اور ہماری حقیقی جزا ہمیں اس دنیا میں بھی ملے اور اگلے جہان میں بھی مل جائے۔"

(الفضل مورخہ 4جون 1945ء)

---

1: مسلم کتاب الْاِیْمَان باب اَدْنٰی اَھل الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً فِیْھَا